مولانا ابوالکلام آزادؒ

عبدالرشید عراقی

مولانا ظفر علیؒ خاں فرماتے ہیں

جہان اجتہاد میں سلف کی راہ گم ہو گئی
ہے تجھ کو اس میں جستجو تو پوچھ ابو الکلام سے

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نابغہ روزگار ایک بلند پایہ شخصیت تھے انہوں نے دین حنیف کی خدمت فرقہ وارانہ اور تعصب سے بالا ہو کر کی اور مسلمانوں میں بلند مقام حاصل کیا۔ انہوں نے جو طرح نو ایجاد کی۔ بعد کے مفسرین شاید ہی اس سطح تک پہنچ سکے۔ صحافت میں نیا اسلوب نگارش تعارف کرایا۔ اور سیاست میں استخلاص وطن کے لئے جدوجہد کی بنیاد سرفروشی اور استقامت پر رکھی۔ ایثار و قربانی کی دعوت دی۔ اور اس پر مائل کیا۔

مولانا ابوالکلام آزاد جیسی عہد آفریں شخصیت مدتوں بعد پیدا ہوتی ہیں وہ بیک وقت مفسر قرآن بھی تھے اور محدث بھی وہ مجتہد بھی تھے اور فقیہ بھی وہ عظیم مفکر بھی تھے اور مدبر بھی وہ سحر طراز ادیب بھی تھے اور جادو بیاں خطیب بھی۔ ان کی خطابت کے بارے میں مولانا حسرت موہانی نے فرمایا تھا۔

سب سو گئے خاموش حسرت
گویا ہیں ابو الکلام آزاد

ذہانت' فطانت' ذکاوت' فہم و فراست' فکر و تدبر کی گہرائی' دیدہ وری و نکتہ رسی میں ان کا کوئی حریف نہ تھا نظم و نثر میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔

مولانا حسرت فرماتے ہیں۔

جب سے دیکھی ابوالکلام کی نثر
نظم حسرت میں کچھ مزا نہ رہا

مولانا آزاد فطرتاً عبقری تھے۔ جس راہ میں انہوں نے قدم رکھا اپنا راستہ سب سے الگ نکالا۔ اور ہر میدان میں اپنا الگ مقام اور امتیازی شان رکھتے تھے وہ حق وصداقت اور عزم و استقلال کے پہاڑ

تھے۔ جو راہ انہوں نے ابتداء میں اختیار کی۔ اس پر آخر عمر تک قائم رہے۔ اس طویل مدت میں بڑے بڑے انقلابات آئے بڑے بڑے لیڈروں کے پاؤں ڈگمگائے۔ مگر ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ مگر وہ آخر وقت تک بڑے استقلال سے اپنا فریضہ انجام دیتے رہے کوئی مزاحمت' کوئی مخاصمت' کوئی معاندت اور کوئی مخالفت انہیں راہ حق سے ہٹا نہ سکی۔ انہوں نے اس عظیم نصب العین کی خاطر مخالفین کے بڑے بڑے طعنے سنے' دشنام کا سامنا کیا۔ صعوبتیں برداشت کیں اذیتیں سہیں اور بڑی کلفتیں اٹھائیں۔ لیکن وہ اپنے موقف پر سختی سے کاربند رہے۔

سیاسی زندگی؛

مولانا ابوالکلام کی سیاسی زندگی کو تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا دور 1905ء سے شروع ہو کر 1919ء میں ختم ہوتا ہے اس میں انہوں نے نوعمری میں استخلاص وطن کے لئے انقلابی طرز عمل اختیار کیا۔

دوسرا دور 1920ء سے شروع ہوتا ہے اور 1929ء میں ختم ہوتا ہے اس دور میں نظر بندی کے دوران ان کے خیالات میں تبدیلی رونما ہو گئی اور رہائی کے بعد عدم تشدد کی سیاست اپنائی۔ تحریک خلافت اور تحریک ترک حوالات وغیرہ میں سرگرم حصہ لیا۔

تیسرا دور 1940ء سے شروع ہوتا ہے اور 1947ء میں ختم ہوتا ہے اس دور میں مولانا آزاد 1940ء سے 1947ء تک آل انڈیا کانگرس کے صدر رہے اس عرصہ میں ملک اور بین الاقوامی سطح پر بڑی دوررس تبدیلیاں رونما ہوئیں اور نتیجہ خیز تغیرات نے جنم لیا۔ مولانا ابوالکلام کو بحیثیت صدر کانگرس ان سنگین حالات کا سامنا کرنا پڑا ان میں سے گزرنا پڑا۔ اور ان سے عہدہ برا ہونا پڑا۔ اس دور کے مطالعہ سے مولانا ابوالکلام کی سیاسی فراست' بصیرت' بصارت' فہم و ادراک' دانش مندی' دانائی' اور نازک ترین مسائل اور گتھیوں کو سلجھانے کی صلاحیت و اہلیت کا راز منکشف ہوتا ہے۔

ہفت روزہ الہلال کا اجراء؛

مولانا ابوالکلام آزاد نے 13 جولائی 1912ء کو کلکتہ سے ہفت روزہ الہلال جاری کیا الہلال کے اجراء کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں میں مذہبی اور سیاسی شعور پیدا کیا جائے۔ ہندو مسلم میں اتحاد کی فضا پیدا کی جائے اور دونوں قومیں (ہندو مسلم) اکٹھے مل کر استخلاص وطن کے لئے جدوجہد کی جائے۔

محمد فاروق قریشی لکھتے ہیں

مولانا ابوالکلام آزاد نے ان مقاصد کے حصول کے لئے عمر بھر جد وجہد کی۔ اور کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ ہر قسم کے مصائب و آلام خندہ پیشانی سے برداشت کئے۔ اور کبھی حرف شکایت زبان پر نہ آیا انہوں نے مسلمانوں کو ''گمراہی و ضلالت سے نکالنے' گردنوں سے طوق ذلالت اور پاؤں سے زنجیر اد بار و قفل اتارنے اور جہالت وضلالت' اسیری وغلامی اور ذلت وخواری کے حصاروں کو توڑنے کے لئے ''الہلال'' کا اجراء کیا۔

(ابوالکلام آزاد اور قوم پرست مسلمانوں کی سیاست میں)

الہلال مختلف حیثیتوں سے اردو صحافت میں ایک نیا باب تھا وہ صحیح معنوں میں ہماری سیاسی' صحافتی اور ادبی تاریخ میں سنگ میل ثابت ہوا۔ الہلال عصری صحافت میں محض ایک اور اخبار کا اضافہ نہ تھا۔ بلکہ وہ اپنی ذات میں ایک مستقل تحریک تھا۔ جس نے طوفان حوادث میں اسلامیان عالم اور بالخصوص ہندوستانی مسلمانوں کی ناخدائی کا فریضہ انجام دیا۔

مولانا ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندویؒ لکھتے ہیں کہ

الہلال محض ایک اخبار نہیں' دراصل ایک صدا قیامت تھا جس کی صدائے رعد آسائے غفلت شکن'' نے مردوں میں ایک نئی جان ڈال دی تھی۔ سرکشتگان خواب ذلت وخواری کو بیدار کیا وہ شعلہ قیامت جو سرد ہو رہا تھا اس کو بھڑکا دیا ابوالکلام آزاد نے الہلال کے ذریعہ کلمہ حق بلند کیا۔ اور جرات حق گوئی وراست بازی کی وہ روشن مثال قائم کی ہے جو ہماری صحافت کی تاریخ میں بالکل نئی ہے۔ انہوں نے قرآن کی معرفت اور تفصیلی ترجمہ سے اسلام کی ہی تعلیم کے احیاء کی کوشش کی جس میں سب سے زیادہ زور راست گفتاری اور آزادی کے لئے لڑنے پر ہے نتیجہ یہ چھوڑا کہ ان کے شرو بار تعاون کی دھوم مچ گئی اور بڑے بڑے ارباب جبہ و دستار اور کہنہ مشق سیاستدانوں کے مذہبی وسیاسی افکار میں زبردست تبدیلی واقع ہوگئی۔ قدیم اقدار کو بدلنے ہندوستانی مسلمانوں کے معتقدات میں ایک عظیم انقلاب برپا کرنے میں الہلال نے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

(سید سلمان ندوی شخصیت وخدمات ص ۳۴۵)

جناب محمد فاروقی قریشی صاحب الہلال کے اجراء کے مقصد کے متعلق لکھتے ہیں کہ الہلال نے مسلمانوں کی ذہنی صحت اور تندرستی کے لئے سب سے پہلے مرض کی تشخیص کی۔ امراض وعوارض کا پتہ چلایا۔ الہلال نے بتایا کہ مسلمانوں میں سیاسی آزادی کے ولولے کیوں نہیں ابھرے۔ ایثار و قربانی کا جذبہ کیوں

مفقود تھا۔سحر نگار اہل قلم اور آتش بیان مقرر کیا کردار ادا کرتے تھے۔اور علماء مذہب کی حقیقی روح اور اصلی دعوت سے کیوں بیگانہ تھے۔

(ابوالکلام آزاد اور قوم پرست مسلمانوں کی سیاست ص ۴۴)

الہلال کی دعوت۔تقلید پرستی سے بغاوت؛

مسلمانوں کی زبوں حالی، مذہب سے دوری اور روز بروز ان کی پریشانیوں میں اضافہ کی وجہ مولانا ابوالکلام آزاد کے نزدیک تقلید پرستی کا نتیجہ ہے۔مولانا الہلال کی اشاعت 22 دسمبر 1912ء میں ''صبح امید'' کے زیرعنوان فرماتے ہیں

تقلید کے اہرمن سے بڑھ کر انسان کی تمام یزدانی خصائل کا اور کوئی دشمن نہیں۔انسانی اعمال کی جس قدر گرائیاں ہیں ان سب کی تخم ریزی صرف تقلید ہی کی سرزمین میں ہوتی ہے۔تقلید پرستی کی عادت ہلاکت و بربادی کی ایک چٹان ہے جو انسانی تفکر و تدبر اور ادراک و تعقل کی تمام قوتوں کو کچل ڈالتی ہے۔اور اس کی قوت نشو و نما کا دائمی سدباب کر دیتی ہے۔اسی لئے قرآن نے مقلدین محض کو چار پایوں اور حیوانوں سے تشبیہ دی ہے اور پھر اس کو بھی اظہار ضلالت کے لئے ناکافی قرار دے کر ان سے بھی بدتر قرار دیا ہے ان کے پاس دل و دماغ ہیں مگر نہیں دیکھتے کان ہیں مگر نہیں سنتے جو اپنے ذہن سے کام نہ لینے اور مقلد محض ہونے میں وہ مثل چار پایوں کے ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ تر۔

مولانا آزاد مزید رقمطراز ہیں۔

انسان کا اصل شرف اس کے دماغ کا تدبر و تفکر اور اجتہاد و تجسس ہے دنیا میں جس قدر علوم و فنون کا انکشاف ہوا جس قدر پردے اٹھے۔اشیائے کائنات کے خواص کا جو سراغ لگا تمدن و مصنوعات میں جس قدر ترقیاں ہوئیں نئے نئے آلے اور نئے نئے وسائل راحت جس قدر ایجاد ہوئے غرض کہ انسان کے ارتقائے ذہن و فکر کے جس قدر کرشمے دنیا میں نظر آ رہے ہیں یہ تمام تر اسی انسانی تفکر و تدبر کے نتائج ہیں

الہلال کی دعوت اصلاح کا اصل مقصد یہی تھا کہ تقلید پرستی کے ملال و اغلال سے انسانوں کو نجات دلائی جائے استبدادی فکر کی زنجیریں توڑ دی جائیں بت پرستی اور انسان پرستی کی تمام شاخیں اسی تقلید آباو رسوم سے پیدا ہوتی ہیں خدا نے ہر انسانی دماغ کو سوچنے والا اور ہر آنکھ کو دیکھنے والا بنایا ہے قرآن کہتا ہے۔

''کیا ہم نے انسان کو دیکھنے کے لئے آنکھیں نہیں دیں اور بولنے کے لئے زبان اور دو ہونٹ عطا نہیں کیے اور پھر ہدایت و ضلالت کی دونوں راہیں اس کے سامنے نہیں کھول دیں (۹۰۔۸)

قرآنی خدمات:

ترجمان القرآن مولانا ابوالکلام کی مشہور و معروف تصنیف ہے یہ قرآن مجید کی تفسیر دو جلدوں میں اور پارہ ۱۸ سورۃ المومنون تک لکھی گئی ہے۔ جلد اول ستمبر ۱۹۳۱ء میں اور جلد دوم اپریل ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔
ترجمان القرآن لکھنے سے پہلے مولانا آزاد نے عربی و فارسی کی قدیم تفسیروں کا مطالعہ کیا خود لکھتے ہیں۔

کامل ۲۷ برس سے قرآن میرے شب و روز کے فکر و نظر کا موضوع رہا ہے۔ اس کی ایک ایک سورت' ایک ایک آیت' ایک ایک لفظ پر میں نے وادیاں قطع کی ہیں اور مرحلوں پر مرحلے طے کیے گئے ہیں۔ تفاسیر و کتب کا جتنا مطبوعہ و غیر مطبوعہ ذخیرہ موجود ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ اس کا بڑا حصہ میری نظر سے گزر چکا ہے اور علوم قرآنی کے مباحث و مقالات کا کوئی گوشہ نہیں جس کی طرف سے حتی الوسع ذہن نے تغافل اور جستجو نے تساہل کیا ہو۔
(ترجمان القرآن 52-51/1)

مولانا آزاد کے ذہن میں یہ بات مرکوز تھی کہ مسلمانوں کی بیداری میں قرآن مجید سے جتنا کام ہو سکتا ہے وہ دوسری کتابوں سے ممکن نہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔

میرا یقین ہے کہ مسلمانوں کی زندگی و سعادت کے لئے سرچشمہ حیات حقیقت قرآنی کا انبسات ہے اور میں نے کوشش کی ہے کہ اس کے فہم و بصیرت کا دروازہ ان پر کھل جائے۔
(ترجمان القرآن 76/1)

مولانا ابوالکلام آزاد کی ذات گرامی آیت من آیات اللہ تھی بقول سجاد انصاری مرحوم ان کا دماغ ان معجزات میں سے ہے جو کارکنان قضا و قدر کی حیرت انگیز کرشمہ طرازیوں کو نمایاں کرتے رہے ہیں مولانا سید سلیمان ندوی نے مولانا ابوالکلام کو ہندوستان میں اردو زبان کے زمخشری' شیخ الاسلام ابن تیمیہ' حافظ ابن قیم اور شمس الائمہ سرخسی کے ہم پلہ قرار دیا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد جہاں دنیاوی سیاست سے تعلق رکھتے تھے' اس سے کچھ زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے شغف رکھتے تھے انہیں اپنے مسلمان ہونے پر فخر تھا رام گڑھ کے اجلاس کانگرس 1940ء کی صدارت کرتے ہوئے مولانا نے جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا اس میں برملا واشگاف الفاظ میں آپ نے فرمایا۔

میں مسلمان ہوں اور فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ مسلمان ہوں اسلام کی 1300 برس کی شاندار روایتیں میرے ورثہ میں آئی ہیں میں تیار نہیں کہ اس کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی ضائع ہونے دوں۔ اسلام کی تعلیم' اسلام کی تاریخ' اسلام کے علوم و فنون' اسلام کی تہذیب' میری دولت کا سرمایہ ہے اور

میرا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کروں بحیثیت مسلمان ہونے کے مذہبی اور کلچرل دائرے میں اپنی ایک خاص ہستی رکھتا ہوں اور میں برداشت نہیں کر سکتا کہ اس میں کوئی مداخلت کرے لیکن ان تمام احساسات کے ساتھ میں ایک اور احساس بھی رکھتا ہوں جسے میری زندگی کی حقیقتوں نے پیدا کیا ہے اسلام کی روح مجھے اس سے نہیں روکتی وہ اس راہ میں میری رہنمائی کرتی ہے۔

(خطبات آزاد۔ص ۲۹۷)

مولانا آزاد خود بھی مسلمان تھے اور پوری ملت اسلامیہ کا درد رکھتے تھے۔اور اسلامی نظام کو کسی حال بھی فراموش کرنا پسند نہیں کرتے تھے

ترجمان القرآن کے بارے میں مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں 33،34ء میں ان کی تفسیر وترجمہ ترجمان القرآن کی پہلی پھر دوسری جلد چھپ کر نکلی ہیں میں اس زمانہ میں دار العلوم ندوۃ العلماء میں تدریس کے فرائض انجام دیتا تھا اور تفسیر میرا خاص مضمون تھا میں نے یہ جلد بڑے ذوق سے پڑھنی اور اس سے بہت فائدہ اٹھایا سورہ برات کی تفسیر کے سلسلے میں انہوں نے غزوہ تبوک سے بچھڑ جانے والے تین صحابیوں کی داستان ان کے ایک رفیق کعب بن مالکؓ کی زبان سے جس طرح سنائی ہے اس میں ترجمہ وروایت کی پوری احتیاط وذہانت کے ساتھ اپنے جادو نگار علم سے جس طرح جان ڈال دی ہے ان کی ذہنی کشمکش،نازک امتحان،اسلام سے حقیقی وفاداری اور عشق رسول کی جس طرح تصویر کھینچی ہے ان کے دل کی دھڑکنوں کو جس طرح الفاظ میں منتقل کیا ہے جس برجستگی و بے ساختگی کے ساتھ اردو اور فارسی شعروں کو جابجا نگینہ کی طرح جڑا ہے اس مضمون کو صرف اردو میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے کلاسیکی ادب میں شامل ہونے کا مستحق بنایا ہے(ابوالکلام آزاد،ادبی وشخصی مطالعہ مرتبہ افضل حق قریشیؒ0 190)

مولانا ابوالکلام آزاد 17 اگست 1888ء مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے 1898ء میں ہندوستان تشریف لائے 1903ء میں درس نظامی کی تکمیل کی 13 جولائی 1912ء کلکتہ سے ہفتہ وار الہلال جاری کیا 1940ء تا 1946 آل انڈیا کانگرس کے صدر رہے 15 جنوری 1947ء ہندوستان کی عبوری حکومت میں وزیر تعلیم بنائے گئے 15 اگست 1947ء آزاد ہندوستان کی پہلی حکومت میں وزیر تعلیم کا منصب سنبھالا 21 مئی 1953ء قائم مقام وزیر اعظم ہندوستان کا چارج سنبھالا 19 فروری 1958ء فالج کا شدید حملہ ہوا 22 فروری 1958ء کو رحلت فرمائی اور اردو پارک دہلی میں سپرد خاک کئے گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم اغفرہ وارحمہ